فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدہ ''بداء'' رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدہ ''بداء'' رکھنا جائز نہیں۔

❁ علامہ ابن قرقول رحمہ اللہ (۵۶۹ھ) ''بداء'' کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

هُوَ ظُهُورُ شَيْءٍ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ ظَهَرَ قَبْلُ .

''ایک چیز جو پہلے ظاہر نہ تھی، اس کا بعد میں ظاہر ہونا۔''

(مَطالع الأنوار :1/460)

❁ علامہ شہرستانی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْبَدَاءُ لَهٗ مَعَانٍ؛ اَلْبَدَاءُ فِي الْعِلْمِ وَهُوَ أَنْ يَظْهَرَ لَهٗ خِلَافُ مَا عَلِمَ؛ وَلَا أَظُنُّ عَاقِلًا يَعْتَقِدُ هٰذَا الْاِعْتِقَادَ، وَالْبَدَاءُ فِي الْإِرَادَةِ، وَهُوَ أَنْ يَظْهَرَ لَهٗ صَوَابٌ عَلٰى خِلَافِ مَا أَرَادَ وَحَكَمَ، وَالْبَدَاءُ فِي الْأَمْرِ : وَهُوَ أَنْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ، ثُمَّ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ آخَرَ بَعْدَهٗ بِخِلَافِ ذٰلِكَ .

''بداء کے کئی معانی ہیں؛ ① علم میں بداء: وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ بات واضح ہو، جو اس کے علم کے خلاف ہے۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی صاحب عقل اللہ تعالیٰ

کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ ② ارادہ میں بداء: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ارادے اور فیصلے کے خلاف درست بات ظاہر ہو۔ ③ امر میں بداء: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم دے، بعد میں اس کے خلاف کسی اور چیز کا حکم دے دے۔''

(المِلَل والنِّحَل: 148/1)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ؛ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمٰى، بَدَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ ....

''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کو کوڑھ کا مرض تھا، دوسرا گنجا تھا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کی آزمائش کرے......۔''

(صحيح البخاري: 3464، صحيح مسلم: 2964)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بعض راویوں نے «بَدَا لِلّٰهِ» کے الفاظ بیان کیے ہیں، یہ غلطی ہے۔ درست الفاظ «بَدَا اللّٰهُ» ہیں۔

(أعلام الحديث: 1569/3)

اگر کوئی «بَدَا لِلّٰهِ» کے الفاظ کو درست بھی سمجھے، تب بھی ان کا معنی ارادہ کرنے کا ہے۔

❀ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) «بَدَا لِلّٰهِ» کا معنی بیان کرتے ہیں:

سَبَقَ فِي عِلْمِ اللّٰهِ، فَأَرَادَ فِعْلَهٗ وَإِظْهَارَهٗ فِي الْخَارِجِ .

''یہ پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا ارادہ کر لیا اور اسے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 619/19)

❁ اس معنی کی تائید صحیح مسلم (۲۹۶۴) کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

...... فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ ....

''......اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا۔......''

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے ''بدا'' بمعنی ارادہ جائز ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل دو معارض روایتوں کے درمیان تطبیق کیا ہے؟

❁ جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ .

''(پہلی اُمتوں میں) ایک شخص کہنے لگا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ میرے نام کی قسم دے کر کہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا، میں نے اُسے معاف کر دیا ہے اور تیرے اعمال بے وقعت کر دیے ہیں۔''

(صحيح مسلم :2621)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ .

''یقیناً اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2703 ، صحيح مسلم : 1675)

(جواب): سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جائز اور حق کام کے لیے قسم کھانے کے متعلق ہے، جبکہ سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ناجائز اور ناحق قسم کھانے کے متعلق ہے، کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی وسعت سے ناواقف ہو کر اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھاتا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہہ دیتا ہے، جو اسے نہیں کہنی چاہیے تھی، جس بنا پر اس کی قسم جھوٹی ہو جاتا ہے اور اس کا ناک خاک آلود ہو جاتا ہے۔

کوئی اللہ تعالیٰ پر حکم جاری نہیں کر سکتا، کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو فلاں جرم کی وجہ سے معاف نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ کے بندے اللہ کی مشیئت اور ارادہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے ہم نیکوکاروں کے لیے اُمید رکھ سکتے ہیں اور گناہ گاروں کے بارے میں اللہ کے عذاب سے ڈریں گے، کسی معین شخص کے بارے میں حتمی اور قطعی طور پر جنتی یا جہنمی کا دعویٰ نہیں کر سکتے، البتہ کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں نص قائم ہو چکی ہو، تو اسے بالجزم جنتی یا جہنمی کہہ سکتے ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ يَتَأَلَّى عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ .

''جو اللہ تعالیٰ پر (ناحق) قسم اٹھائے گا، اللہ اسے جھوٹا کر دے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 297/13 ، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): مندرجہ ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

''ایک چرواہے نے جوشِ محبت میں اپنے اللہ سے باتیں کیں کہ آپ مجھے مل جاویں، تو پاؤں دباؤں اور دودھ پلاؤں، وہ خدا کو اتنا پیارا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے

الفاظ پر نظر کر کے اس کو گستاخ قرار دیا اور ایسے الفاظ سے روکا، تو حق تعالیٰ کا سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم ہوا:

؎ تو برائے وصل کردن آمدی　　　　نے برائے فصل کردن آمدی

''تم تو سب کو ہم سے ملانے کے واسطے آئے، ہم سے جدا کرنے کے لیے نہیں آئے۔''

(تذکرۃ الخلیل، از محمد عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی، ص249)

(جواب): یہ محض جھوٹ ہے۔ بعض لوگ دین میں انتہائی غیر محتاط ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام پر بے دریغ جھوٹ باندھتے ہیں۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي ....

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ مت بنانا......۔''

(سنن التّرمذي: 3862)

(جواب): اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ عبد الرحمٰن بن زیاد (اس کے نام میں اختلاف ہے۔) ''مجہول الحال'' ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات (۵/ ۱۷)'' میں ذکر کیا ہے۔

(سوال): کیا سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے بعد از وفات کلام کرنا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنا ثابت ہے؟

(جواب): روایت کے بعض الفاظ یہ ہیں:

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْأَمِينُ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ ضَعِيفًا فِي جِسْمِهِ، قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللّٰهِ، صِدْقٌ صِدْقٌ، وَكَانَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ.

''ابوبکر صدیق وامین، خلیفۂ رسول رضی اللہ عنہ جسمانی طور پر کمزور ہیں، مگر اللہ کے حکم (کو اختیار و نافذ کرنے) میں قوی ہیں۔ یہ حق ہے، یہ حق ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔''

(من عاش بعد المَوت لابن أبي الدّنيا، ص 22، دلائل النّبوة للبيهقي : 56/6، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا قِصَّةُ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَكَلَامُهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَشَهَادَتُهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ بِالصِّدْقِ، فَمَشْهُورَةٌ مَرْوِيَّةٌ مِنْ وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ صَحِيحَةٍ.

''سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا وفات کے بعد کلام کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی صداقت کی گواہی دینا، بہت ساری صحیح روایات سے مروی ہے۔''

(البداية والنّهاية : 393/9)

(سوال): صحابی کی کیا تعریف ہے؟

(جواب): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ، وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدْخُلُ فِيمَنْ لَقِيَهٗ مَنْ طَالَتْ مُجَالَسَتُهٗ لَهٗ أَوْ قَصُرَتْ، وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَرِو، وَمَنْ غَزَا مَعَهٗ أَوْ لَمْ يَغْزُ، وَمَنْ رَآهُ رُؤْيَةً وَلَوْ لَمْ يُجَالِسْهُ، وَمَنْ لَمْ يَرَهٗ لِعَارِضٍ كَالْعَمٰى .

''میرے مطابق صحابی کی سب سے صحیح تعریف یہ ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور حالت اسلام میں وفات پائی ہو۔ ملاقات کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی داخل ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں لمبا عرصہ گزارہ اور وہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے تھوڑا عرصہ گزارا، نیز وہ صحابہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ سے حدیث بیان کی اور وہ بھی، جنہوں نے حدیث بیان نہیں کی، وہ بھی جنہوں نے آپ ﷺ کی معیت میں غزوہ کیا اور وہ بھی، جنہوں نے غزوہ نہیں کیا، وہ بھی جنہوں نے محض دیدار کیا، مگر مجلس اختیار نہیں کی اور وہ بھی جنہوں نے کسی عارضے کے پیش نظر آپ ﷺ کا دیدار نہیں کیا، جیسے نابینا ہونا۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة :158/1)

(سوال): کیا صحیح بخاری کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف متواتر ہے؟

(جواب): جی ہاں، صحیح بخاری متواتر کتاب ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ .

''صحیح بخاری، امام بخاری رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 23/2، المُعِين في تَفَهُّم الأربعين، ص 76)

سوال: کیا صحیح مسلم کی نسبت امام مسلم رحمہ اللہ سے متواتر ہے؟

جواب: صحیح مسلم، امام مسلم رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے۔

❁ شارحِ مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

صَحِيحُ مُسْلِمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي نِهَايَةٍ مِّنَ الشُّهْرَةِ وَهُوَ مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ فَالْعِلْمُ الْقَطْعِيُّ حَاصِلٌ بِأَنَّهٗ تَصْنِيفُ أَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ .

''امام مسلم رضی اللہ عنہ کی ''صحیح''، انتہائی مشہور کتاب ہے، مجموعی طور پر یہ امام رحمہ اللہ سے متواتر ثابت ہے، اس کا امام مسلم رحمہ اللہ کی تصنیف ہونا علم قطعی ویقینی سے معلوم ہے۔''

(شرح النّووي :11/1)

❁ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (٨٨٥ھ) فرماتے ہیں:

تَخْتَصُّ الْكُتُبُ السِّتَّةُ الْمَشْهُورَةُ كَأَبِي دَاوُدَ مَثَلًا بِأَنَّا لَا نَحْتَاجُ فِيهَا إِلٰى إِسْنَادٍ خَاصٍ مِّنَّا إِلٰى مُصَنِّفِيهَا، فَإِنَّهٗ تَوَاتَرَ عِنْدَنَا أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ تَصْنِيفُ أَبِي دَاوُدَ مَثَلًا حَتّٰى لَوْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ، حَصَلَ لِطُلَّابِ هٰذَا الْفَنِّ مِنَ الْاِسْتِخْفَافِ

بِعَقْلِهِ، مَا يَحْصُلُ لَوْ قَالَ : لَمْ يَكُنْ فِي الْأَرْضِ بَلَدٌ تُسَمّٰى بَغْدَادُ، وَعَنِ الْإِمَامِ نَجْمِ الدِّينِ الزَّاهِدِيِّ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَنَفِيَّةِ أَنَّهٗ قَالَ فِي «الْقِنْيَةِ» : إِنَّ الْكُتُبَ الْمَشْهُورَةَ لَا يُحْتَاجُ فِيهَا إِلٰى إِسْنَادٍ خَاصٍ، بَلْ يُقْطَعُ بِنِسْبَتِهَا إِلٰى مَنِ اشْتُهِرَتْ عَنْهُ .

''حدیث کی کتب ستہ مثلاً سنن ابی داود کا خاصہ ہے کہ ہمیں ان کتب کی ان کے مصنفین تک سندوں کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ بات متواتر ثابت ہے کہ مثلاً سنن ابی داود، امام ابوداود رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرے، تو فن حدیث کے طالب علموں کو چاہیے کہ ایسے شخص کی عقل کا مذاق اُڑائیں، جیسے اس شخص کی عقل کا مذاق اُڑانا بنتا ہے کہ جو کہے: ''کرۂ ارض پر ''بغداد'' نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔'' حنفی امام نجم الدین زاہدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''القنیہ'' میں فرمایا ہے: ''مشہور کتب کے لیے خاص سند کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ جو کتاب جس امام سے مشہور ہو جائے، ہم قطعیت کے ساتھ اس کتاب کی نسبت اس کی طرف کر سکتے ہیں۔''

(النُّكت الوفِيّة بما في شرح الألفيّة :1/169-170)

❁ علامہ ابوالبقاء ہاشمی رحمہ اللہ (۶۶۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّوَاتُرُ لَا سَبِيلَ إِلٰى رَدِّهٖ .

''تواتر کو کسی صورت رد نہیں کیا جا سکتا۔''

(تخجيل من حَرّف التّوراة والإنجيل : 541/2)

سوال: کیا کسی دیوبندی عالم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ''غیر فقیہ'' کہا ہے؟

جواب: جی ہاں، علامہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو "غیر فقیہ" قرار دیا ہے۔

(الكوكب الدُّرِّي على جامع التّرمذي :309/1)

سوال: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی تعزیر (۸۰) کوڑے مقرر کی؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مشورہ سے شراب کی تعزیر میں (۸۰) کوڑے لگائے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جس نے شراب پی تھی، تو آپ نے اسے دو چھڑیوں کے ساتھ تقریبا چالیس کوڑے لگائے۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہلکی ترین سزا (۸۰) کوڑے ہے۔"

(صحيح البخاري: 6773، صحيح مسلم: 1706)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ.

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (شرابی کو) چالیس (۴۰) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اَسی (۸۰) کوڑے لگائے۔ یہ سب سنت ہے، مگر میرے نزدیک چالیس (۴۰) کوڑے مارنا زیادہ محبوب ہے۔"

(صحیح مسلم : 1707)

سوال: کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔

❀ امام عبداللہ بن ادریس اودی رحمہ اللہ (۱۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كَذَبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْإِيمَانَ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ .

''جھوٹا ہے وہ شخص، جو کہتا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے، نہ گھٹتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 516/15، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ ....

''......اللہ تعالیٰ جہنم سے مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو باہر نکال لے گا، جنہوں نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا......۔''

(صحیح مسلم : 183)

جواب: اس سے مراد وہ موحدین ہیں، جنہوں نے صرف ایمان قبول کیا، مگر کوئی نیکی نہیں کی، یا نیکیاں تو کمائیں، مگر ان میں اخلاص نہیں تھا۔

سوال: احناف جمعہ کی اذان سے پہلے سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: احناف خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ کرتے ہیں، خطبہ سے پہلے وعظ کرنا ثابت

نہیں۔ اس کے بعد اذان دیتے ہیں، پھر سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، یہ طریقہ نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی سے ثابت نہیں، بلکہ صحیح احادیث کے خلاف بھی ہے، نیز اسلاف امت اس سے ناواقف تھے۔

چونکہ احناف کے نزدیک جمعہ سے پہلے چار سنتیں مؤکدہ ہیں، اس سے وہ سنتوں کے لیے وقت دیتے ہیں، جبکہ خطبہ جمعہ سے پہلے نماز کی رکعات متعین نہیں، نیز یہ مؤکدہ بھی نہیں۔

سوال: امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب الثقات میں بعض راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ وَلَا ابْنُ مَنْ هُوَ .

''میں اسے اور اس کے باپ کو نہیں جانتا۔''

جب امام رحمہ اللہ راوی اور اس کے باپ سے ہی واقف نہیں، تو پھر ''الثقات'' میں کیسے ذکر کر دیا؟

جواب: یہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کمال علمی دیانت ہے۔ ایک راوی کو خود نہیں جانتے، مگر اس کی توثیق کسی دوسرے محدث سے معلوم کر رکھی ہے، اس کے اعتماد پر ''الثقات'' میں ذکر کر دیتے ہیں۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّهُ اعْتَمَدَ فِي تَوْثِيقِهِ عَلٰى غَيْرِهِ .

''ظاہر ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس راوی کی توثیق میں دوسروں پر اعتماد کیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد :230/1)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ سے ذوالحجہ کی تکبیرات کے الفاظ ثابت ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے تکبیرات ذوالحجہ کے الفاظ ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام مرفوع روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❁ سنن دارقطنی (۲/۵۰) والی مرفوع روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔ اس میں عمرو بن شمر ''متروک وکذاب'' ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكْثِرُوا فِيهَا مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّحْمِيدِ .

''عشرہ ذوالحجہ میں بکثرت تسبیح وتحمید بیان کریں۔''

(مستخرج أبي عوانة : 3024)

سند ضعیف ہے۔ اس سند میں موسیٰ بن ابی عائشہ کا ذکر ہے، یہ راوی کی خطا ہے۔ دراصل یہاں یزید بن ابی زیاد ہے، جیسا کہ دیگر تمام سندوں میں مذکور ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس سند کو محفوظ قرار دیا ہے، جس میں یزید بن ابی زیاد ہے۔

(علل الدّارقطني : 376/12)

یزید بن ابی زیاد سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس بھی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

سوال: کیا ذوالحجہ کی تکبیرات میں اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کے الفاظ ثابت ہیں؟

جواب: یہ الفاظ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں:

(مصنّف ابن أبي شيبة : 167/2)

مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

نوٹ:

تکبیرات میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی و بڑائی پر مبنی کوئی بھی الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں۔

(سوال): کیا مسافر ذوالحجہ کی تکبیرات کہیں گے؟

(جواب): مسافر اور مقیم سب کے لیے ذوالحجہ کی تکبیرات پڑھنا مستحب ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

يُكَبِّرُ النَّاسُ فِي الْآفَاقِ وَالْحَضَرِ وَالسَّفَرِ كَذٰلِكَ، وَمَنْ يَحْضُرُ مِنْهُمْ الْجَمَاعَةَ، وَلَمْ يَحْضُرْهَا وَالْحَائِضُ وَالْجُنُبُ وَغَيْرُ الْمُتَوَضِّىءِ فِي السَّاعَاتِ مِنْ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ .

''تمام علاقوں کے لوگوں کو سفر وحضر میں تکبیرات پڑھنی چاہیے،کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے یا بغیر جماعت کے۔اسی طرح حائضہ،جنبی اور بے وضو دن رات کی ہر گھڑی میں تکبیرات کہیں۔''

(کتاب الأمّ :275/1)

(سوال): قرآن کریم کی تلاوت پر کتنا اجر ملتا ہے؟

(جواب): قرآن کریم افضل ذکر ہے، اس کی تلاوت عبادت ہے، اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ ﴿الم﴾ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ

حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ .

''جس نے قرآن کریم میں سے ایک حرف پڑھا، اسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا اجر دس گنا لکھا جاتا ہے، میں نہیں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے، بلکہ ''الف'' الگ حرف ہے، ''لام'' الگ حرف ہے اور ''میم'' الگ حرف ہے۔''

(سنن التّرمذي : 2910، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اس حدیث کو امام ترمذی ﷫ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا نماز جمعہ اور نماز عید کی قرأت میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ پڑھنا مسنون ہے؟

(جواب): مسنون ہے کہ نماز جمعہ اور نماز عید کی قرأت میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ پڑھی جائے۔

❀ سیدنا نعمان بن بشیر ﷜ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز عید میں سورت اعلی اور سورت غاشیہ پڑھا کرتے تھے، اگر عید اور جمعہ اکٹھے آجاتے تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔''

(صحيح مسلم : 878، المنقتى لابن الجارود : 265)

(سوال): کیا قرآن کو خوب صورت آواز میں پڑھنا مستحب ہے؟

(جواب): قرآن کو جتنا ہو سکے، خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہیے، الفاظ کے مخارج وتجوید کا خیال رکھنا چاہیے۔

❀ سیدنا براء بن عازب ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ

الْقُرْآنَ حُسْنًا .

''قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بنائیں، کیونکہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے۔''

(سنن الدّارمي : 3544، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: قرآن کی تلاوت اونچی آواز میں کرنی چاہیے یا پست آواز میں؟

جواب: اونچی اور پست دونوں طرح تلاوت جائز ہے، بہتر ہے کہ قرآن کی تلاوت کرتے وقت آواز نہ بہت زیادہ اونچی ہو، نہ بالکل پست، بلکہ درمیانی آواز میں تلاوت کرنی چاہیے۔ اگر اونچی آواز میں تلاوت کرنے سے کسی کے آرام میں خلل آئے، تو آواز آہستہ رکھنی چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ قِرَاءَ ةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهٗ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ، وَهُوَ فِي الْبَيْتِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اس قدر بلند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تلاوت کر رہے ہوتے اور صحن میں سنائی دیتی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1327، شمائل التّرمذي : 322، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی بلند اور کبھی آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1328، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1159)، امام ابن حبان (2603) اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم

(310/1) نے ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کر رہے تھے،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا،اسے میں نے اپنی بات سنا دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329 ، سنن التِّرمِذي : 447 ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (310/1) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت واجب ہے؟

جواب: سال میں ایک مرتبہ قرآن کریم مکمل پڑھنا واجب نہیں۔ جتنا پڑھا جائے

گا، اتنا مفید ہے۔

سوال: تلبیہ کے کیا الفاظ ہیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ پڑھتے تھے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ”میں حاضر ہوں الٰہی! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ہر قسم کی بادشاہت تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔“

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے تلبیہ میں یہ الفاظ زیادہ کرتے تھے: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ . ”میں حاضر ہوں، تیری اطاعت میں سعادت ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھوں میں ہیں، آپ ہی مطلوب ہیں اور تمام عمل آپ پر منتہی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 1549، صحيح مسلم : 1184، المنتقى لابن الجارود : 434)

سوال: کیا تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے؟

جواب: تلبیہ پڑھتے وقت آواز قدرے بلند ہونی چاہیے۔

سوال: حاجی کو عرفہ میں قیام کے دوران کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب: سب سے بہتر دعا یوم عرفہ کی ہے، لہٰذا اس دن بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے، خوب لگن و دل جمعی سے دعا کرنی چاہئے، زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن، ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مشغول رہنا چاہئے، اپنے لئے بھی دعائیں کرے، دوسروں کو اپنی دعاؤں

میں شامل کرے، اپنے والدین، اساتذہ، عزیز واقارب اور دوست واحباب کے لئے دل کھول کر دعائیں کرنی چاہئے۔

اس جگہ بکثرت تلبیہ پڑھنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جائے اور خوب دعا و ذکر میں گریہ زاری کے ساتھ محو ہونا مستحب ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں آنسو بہانا، لغزشیں معاف اور مرادیں پوری ہونے کی امید کی جاتی ہے، بلاشبہ یہ نہایت عظیم مقام ووقوف اور بلند پایہ بابرکت اجتماع ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے صالحین ومخلصین بندے اور برگزیدہ لوگ یکجا ہوتے ہیں، یہ دنیا کے دیگر اجتماعات کی بہ نسبت نہایت عظیم ومقدس اجتماع ہے، اس مقام پر کی جانے والی دعاؤں میں چند پسندیدہ دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(البقرة: ٢٠١)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

سوال: کیا ساری رات قیام کرنا جائز ہے؟

جواب: کبھی کبھار پوری رات قیام کرنا جائز ہے، مگر اسے معمول نہیں بنانا چاہیے۔

❁ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ساری رات قیام کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، کیا ایسا ہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: جب آپ ایسے کریں گے تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور آپ کمزور پڑ جائیں گے۔ جان کا آپ پر حق ہے، گھر والوں کا آپ پر حق ہے، لہٰذا روزہ رکھیں بھی اور چھوڑیں بھی، قیام بھی کریں اور سو بھی لیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 1153؛ صحيح مسلم : 186/1159)

❀ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے پوری رات نماز پڑھی اور فجر تک پڑھتے رہے، سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آج آپ نے جو نماز پڑھی ہے، ایسی نماز پڑھتے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جی ہاں! اس نماز میں شوق اور خوف کی آمیزش تھی، میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، دو اس نے مجھے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے کہا اللہ میری امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ کرنا، یہ دعا قبول ہوئی، عرض کیا اللہ! دشمن ہم پر غالب نہ ہو، یہ بھی قبول ہوئی اور آخری دعا یہ تھی کہ اللہ ان میں پھوٹ نہ ڈالنا، یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔''

(سنن النّسائي : 1639، سنن التِّرمِذي : 2175، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب صحیح'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (7236) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 595/1) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

ساری ساری رات قیام کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ! دوام و مواظبت کے بغیر کبھی کبھار ایسا کر لینا درست ہے۔